جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

Contours of Islamic Unity Based on the Shiʿi Qur'anic Manifesto

Sajid Mahmood [1] and **Muhammad Ali Rezaei Esfahani**[2] and **Abbas Karimi** [3]

1. Ph.D. in Comparative Qur'anic Studies, Al-Mustafa International University.
E-mail: sajjidali3512@gmail.com
2. Professor, Al-Mustafa International University, E-mail: rezaee.quran@gmail.com
3. Member, Qur'an and Orientalists Association, Qom Seminary, Qom, Iran abb.karimi.1998@gmail.com

Article Info

Article type:
Research Article

Article history:
Received:
1 March 2026
Received in revised:
1 April 2026
Accepted:
4 june 2026
Available online:
24 june 2026

Keywords:
Qur'anic Manifesto; Islamic Unity; Islamic Inter-Sectarian Rapprochement; Rejection of Qur'anic Alteration (Nafy al-Taḥrīf); Ḥadīth al-Thaqalayn; Boroujerdi–Shaltut Paradigm; Ummah Wāḥidah;

ABSTRACT

In the contemporary Muslim world, Islamic unity, intellectual harmony, and political cohesion face serious challenges arising from disagreements among groups with diverse ideological and political orientations. Although the Qur'an presents itself as the eternal covenant of divine unity and as the "rope of Allah" (ḥabl Allāh) that must never be divided, sectarian interpretations rooted in exegetical and theological traditions have repeatedly perpetuated theological disputes and tensions. Against this historical backdrop, the formal publication of the Qur'anic Manifesto from the Perspective of the Shiʿi School of Thought by the Qom Seminary and more than sixty affiliated university and seminary research centers constitutes a significant historical and intellectual milestone. Adopting a descriptive-analytical approach, the present study examines the fourteen principles of the Manifesto in detail in order to elucidate its theoretical foundations as well as its practical and applied strategies for achieving intra-Muslim unity. Drawing on primary sources and recent scholarship on interfaith and intra-Muslim rapprochement, the study addresses four principal thematic dimensions: (1) shared theological and doctrinal foundations, particularly the categorical and consensual rejection of Qur'anic textual alteration (nafy al-taḥrīf) and the affirmation of the definitive transmission, complete authenticity, and preservation of the Qur'an in the hands of Muslims; (2) the authority of Qur'anic muḥkamāt over speculative reports, the categorical prohibition of tafsīr bi'l-raʾy (interpretation based on personal opinion), and the establishment of methodological discipline in Qur'anic interpretation through the application of sound reason; (3) the "Boroujerdi–Shaltut paradigm," which distinguishes the scholarly and jurisprudential authority of the Ahl al-Bayt from theological disputes concerning historical succession; and (4) the legal and political requirements of social order, including the principle of nafy al-sabīl, the juridical prohibition of foreign domination, and the revival of the civilizational identity of the ummah wāḥidah in confronting global hegemonic powers. The study demonstrates that the Shiʿi Qur'anic Manifesto presents a new epistemic framework for inter-sectarian rapprochement.

Cite this article: Sajid Mahmood& Rezaei Esfahani& Karimi. (2026). Contours of Islamic Unity Based on the Shiʿi Qur'anic Manifesto.

New Horizons in Quranic Studies, 2 (3), 3-25

CC BY © The Author(s). **Publisher:** Al-Mustafa International University

ششماہی علمی مجله جدید قرآنی افکار، جنوری تا جون ۲۰۲۶، سال۲، شماره ۳
New Horizons in Quranic Studies, january - june 2026/ Vol.2, No. 3
Contours of Islamic Unity Based on the Shiʿi Qur'anic Manifesto

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

شیعہ قرآنی منشور پر مبنی اسلامی وحدت کے خدوخال*

cc BY

ساجد محمود [۱] اور ڈاکٹر محمدعلی رضایی اصفہانی [۲]
اور عباس کریمی [۳]

اشاریہ

موجودہ دور میں اسلامی دنیا کے اندر باہمی اتحاد، فکری ہم آہنگی اور سیاسی مضبوطی کو مختلف نظریات اور سیاسی خیالات رکھنے والے گروہوں کے درمیان اختلافات کی وجہ سے شدید چیلنجز درپیش ہیں۔ حالانکہ قرآنِ مجید اپنے آپ کو الٰہی یکجہتی کے ابدی میثاق اور کبھی نہ بکھرنے والی رسی (حبل اللہ) کے طور پر متعارف کراتا ہے، لیکن فرقہ وارانہ تعصب پر مبنی تشریحات نے، جو تفسیری اور اعتقادی روایات سے لی گئی ہیں، بارہا کلامی تنازعات اور کشیدگی کو مستقل حیثیت کی شکل دے دی ہے۔ اس تاریخی پس منظر کے برعکس، حوزہ علمیہ قم اور اسکے ہمراہ ساٹھ سے زائد جامعاتی اور مدارس کے تحقیقی مراکز کی جانب سے «شیعہ مکتب کے نقطۂ نظر سے قرآنِ کریم کے منشور» کا باضابطہ اجرا ایک بنیادی اور تاریخی سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پیشِ نظر تحقیق توصیفی اور تجزیاتی منہج اختیار کرتے ہوئے اس منشور کی چودہ نکات کا تفصیلی جائزہ لیتی ہے تاکہ بین المسالک وحدت کے حصول کے لیے اس کے نظریاتی روشوں اور عملی و اطلاقی حکمتِ عملیوں کو واضح کر سکے۔ یہ مطالعہ دست اول ماخذات اور تقریب بین المذاہب کی تازہ ترین تحقیقات کی بنیاد پر چار بنیادی موضوعاتی محوروں کا احاطہ کرتا ہے: ۱) مشترک ایمانی اور اعتقادی مبانی، بالخصوص قرآن میں تحریف کی قطعی اور اجماعی نفی (نفیِ تحریف) اور مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود قرآن مجید کے قطعی تواتر اور کامل صحت و حفاظت کی توثیق؛ ۲) ظنی روایات پر قرآنی محکمات کی حاکمیت، تفسیر بالرائے کی حتمی حرمت اور عقلِ سلیم کے انطباق کے ذریعے منہج شناسی ار تفسیری انضباط کا قیام ؛ ۳) «بروجردی–شلتوت پیراڈائم» کی روشنی میں اہلِ بیت (ع) کی علمی اور فقہی مرجعیت کو تاریخی خلافت سے متعلق

---

* موصول ہونے کی تاریخ: ۲۰۲۶/۲/۱ & آرٹیکل کی تایید کی تاریخ : ۲۰۲۶/۵/۲۴

۱. پی ایچ ڈی، مطالعاتِ تطبیقی قرآن، المصطفیٰ انٹرنیشنل یونیورسٹی، قم، ایران. (sajjidali3512@gmail.com).
۲. پروفیسر، مجتمع عالی قرآن وحدیث، جامعہ المصطفی العالمیہ، قم، ایران (rezaee.quran@gmail.com)
۳. عضو انجمن قرآن و مستشرقان حوزہ علمیہ، قم، ایران (abas_karim@mail.ac.ir)

کلامی تنازعات سے الگ کرتا ہے؛ اور ۴) معاشرتی نظم سے متعلق حقوقی اور سیاسی تقاضے، قاعدۂ نفیِ سبیل، اجنبیوں کے غلبے کی شرعی ممانعت، اور عالمی استکبار کے مقابلے میں امتِ واحدہ کی تمدنی شناخت کا احیاء۔ یہ مقالہ ثابت کرتا ہے کہ شیعہ قرآنی منشور نے تقریبِ مذاہب کے لیے ایک نیا معرفتی معمار پیش کیا ہے؛ ایسا نمونہ جو نہ تو مسلکی امتیازات کو مسخ یا معدوم کرنے پر مبنی ہے اور نہ ہی یہ اجازت دیتا ہے کہ یہ مسلکی اختلافات تکفیر اور دیگر مسالک کو خارج از اسلام قرار دینے کا حربہ بنیں، بلکہ قرآن کو مہجوریت کے گرداب سے نکال کر کلامِ الٰہی کو برادرانہ باہمی زندگی کرنے کا دستور اور جدید اسلامی تمدن کی تشکیلِ نو کے قانون اساسی کے طور پر متقدر بناتا ہے۔

کلیدی الفاظ : شیعہ قرآنی منشور، اسلامی وحدت، تقریبِ مذاہبِ اسلامی، نفیِ تحریف، حدیثِ ثقلین، بروجردی۔ شلتوت پیراڈائم، امتِ واحدہ، مہجوریتِ قرآن

تمہید

عالمِ اسلام عصرِ حاضر میں ایک ارب اسی کروڑ (۱.۸ بلین) سے زائد مسلمانوں پر مشتمل ہے، جو اہم ترین جغرافیائی، سیاسی اور اسٹریٹجک شاہراہوں پر پھیلے ہوئے ہیں؛ یہ وہ امت ہے جو مادی اور معنوی وسائل کی بے پایاں دولت سے مالامال ہے اور توحیدِ باری تعالیٰ اور رسالتِ ختمی مرتبت (ص) کے اعتراف کے واحد پرچم تلے متحد ہے۔ اس کے باوجود، اس عظیم انسانی پیکر کی معروضی حقیقت گہری سماجی و سیاسی خلیجوں، تمدن کے اندرونی نزاعات، عدم شناخت اور فکری انتشار کی لپیٹ میں ہے (Ashrafi Amin, 2011; Sedighi, 2012)۔ اگرچہ استعماری مداخلتوں اور تسلط پسند بیرونی طاقتوں کی مسلسل تفرقہ انگیز حکمتِ عملیوں نے ان اندرونی شگافوں کو ہوا دی ہے اور نسلی تعصبات اور جعلی قوم پرستی کو فروغ دیا ہے، لیکن مسلکی بیگانگی کے تاریخی جڑھ کو خود مسلمانوں کے داخلی علمی، تفسیری اور کلامی آپریشن اور تجزیے کے بغیر نہیں سمجھا جاسکتا (Ashrafi Amin, 2011; Gholami Badi, 2011)۔

اس تخلیقی بحران کے مرکز میں ایک بنیادی تضاد نے (Paradox) سر اٹھایا ہوا ہے: مسلمانوں کے پاس ایک ہی متفقہ، الہامی اور غیر متنازع متن قرآنِ مجید کے نام سے موجود ہے؛ وہ کتاب جو صریح اور دوٹوک انداز میں اہلِ ایمان کو ایک ناقابلِ تقسیم وحدت یعنی "امتِ واحدہ" قرار دیتی ہے (سورہ انبیاء: ۹۲؛ سورہ مؤمنون: ۵۲)۔

یہ آسمانی کتاب باہمی نزاع اور جھگڑے کو سنگین جرم قرار دیتے ہوئے اسے اجتماعی رعب، دبدبے اور اجتماعی طاقت کے زوال کا سبب گردانتی ہے: «وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ» (سورۃ الانفال: ۴۶) اور تمام اہلِ ایمان کو اللہ کی مضبوط رسی کو مضبوطی سے ایک ساتھ تھامنے کی دعوت دیتی ہے: «وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا» (سورۃ آل عمران: ۱۰۳)۔ ان واضح، قطعی اور روشن احکامات کے باوجود صدیوں کے مذہبی اور مسلکی تصادم نے تفسیری اور روائی ورثے کو ذاتی محاذ آرائی اور ایک دوسرے کی مشروعیت کو ختم کرنے کے بدل کے طور پر رکھ دیا ہے (Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025)۔

اس بحران پر تنقیدی تحقیقات نے دو باہم مربوط اسباب کی نشاندہی کی ہے جو تفرقے کے اصل محرک ہیں: اوّل، قرآن کی تعبیری و معنوی مہجوریت (ہرمنوٹیک قرآن)، اور دوم، متنازع اور اختلافی تفسیری اور اعتقادی روایات پر بے تحاشا انحصار و استناد (Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025)۔ جب کلامِ الٰہی کو دستورِ حیات اور سماجی حاکمیت کے بنیادی قانون کے بجائے بتدریج محض ایک رسمی اور متبرک متن میں تبدیل کیا گیا تو متفقہ اور مشترک معرفتی نظام کی جگہ بعد کے ادوار میں خود ساختہ کلامی تعصبات نے لے لی۔ سید جمال الدین اسد آبادی، علامہ محمد اقبال لاہوری، آیت اللہ روح اللہ خمینی، رہبر شہید امام خامنہ ای اور دیگر عظیم مصلحین نے گہرے فکری تجزیے کے ذریعے واضح کیا کہ قرآن کی تمدنی تعلیمات کو پس نظر انداز کر دینے کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ فکری جمود، تعصبات اور استبداد و استعمار کے سامنے بے حسی کا شکار ہو گیا (Ashrafi Amin, 2011)۔ اسی دوران، جیسا کہ صادقی محسن آباد اور غلام علی نے ثابت کیا ہے، سلف سے منسوب روائی بیانات کو عموماً مسلکی مناظروں میں مخصوص نظریات مسلط کرنے کے لیے استعمال کیا گیا اور عدل و اخوت جیسے اعلیٰ قرآنی مقاصد، فرقہ وارانہ تنازعات کے تلے دب کر رہ گئے (Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025)۔

اس تاریخی ہٹ دھرمی کے جواب میں، عالمِ اسلام کے معاصر دانشور حتمی طور پر اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ حقیقی تقریب اور اتحادِ امت محض نمائشی سفارتی معاہدوں یا سطحی اخلاقی تعارفوں سے حاصل نہیں ہو سکتا (Vaez-Zadeh Khorasani, 2003)؛ بلکہ اس کے لیے ایک باقاعدہ، منضبط اور اسلامی مذاہب کی معرفتی بنیادوں پر استوار سانچے کی ضرورت ہے۔ اسی پس منظر میں «شیعہ مکتبِ اہلِ بیت (ع) کے نقطۂ نظر سے قرآنِ کریم کے

منشور» کی باضابطہ تدوین اور اعلامیہ ایک فیصلہ کن اور تاریخی پیش رفت کا درجہ رکھتا ہے (Association for Quranic Studies, 2024; Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔ یہ مستند دستاویز مکتبِ امامیہ کے بنیادی اعتقادات اور تفسیری اصولوں کو بے مثال شفافیت کے ساتھ عالمِ اسلام کے سامنے پیش کرتی ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاسکے کہ مکتبِ اہلِ بیت سے تمسک نہ صرف اسلامی یکجہتی کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، بلکہ ہم آہنگی اور تکفیر کے بحران سے نجات کا سب سے زیادہ قابلِ اعتماد معرفتی ستون ہے۔

شیعہ قرآنی منشور کا پس منظر، ادارہ جاتی اور موضوعاتی شکل کی حیثیت

شیعہ قرآنی منشور کی تدوین کوئی وقتی ردِ عمل یا سیاسی مصلحتوں کا نتیجہ نہیں تھی؛ بلکہ جیساکہ رضائی اصفہانی اور آقای کریمی کے تفصیلی مشمولاتی تجزیے (Rezaei Esfahani & Karimi, 2025) کے مطابق، یہ منشور حوزہ علمیہ قم کی قرآن پژوھی انجمن کے زیرِ اہتمام دو سال سے زائد کے مسلسل، دقیق اور مسلسل تحقیقی کام کا حاصل ہے۔ اس دستاویز کی اداراتی توثیق اور منظوری کی منزلیں عالمِ تشیع میں اعلیٰ ترین سطح کی علمی معتبر اور سند کی مظہر ہیں۔ یہ منشور نہایت گہرے اور ماہرانہ تجزیوں کے بعد ساٹھ سے زائد تخصصی مراکز اور تحقیقی اداروں، جامعہ مدرسین حوزہ علمیہ قم، جامعۃ المصطفیٰ العالمیہ اور مراجع عظام تقلید—من جملہ آیات عظام ناصر مکارم شیرازی اور جعفر سبحانی، اور آیات سید ہاشم حسینی بوشہری، علی رضا اعرافی، اور پاکستان سے علامہ سید افتخار حسین نقوی—کی جانب سے توثیق اور دستخط پا چکا ہے (Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔

اس منشور کی تصنیف کا بنیادی مقصد عالمِ اسلام کے علمی مکالمے میں دیرینہ اور تزویراتی خلا کو پر کرنا تھا۔ اگرچہ علمائے شیعہ نے صدیوں سے تفاسیر کے عظیم الشان ذخائر تحریر کیے ہیں—شیخ طوسی کی «التبیان» اور علامہ طبرسی کی «مجمع البیان» سے لے کر عصر حاضر میں علامہ طباطبائی کی تفسیر «المیزان» اور آیت اللہ جوادی آملی کی تفسیر «تسنیم» تک—تاہم ایک ایسی جامع، دو ٹوک، مخصوص اور باضابطہ دستاویز کی کمی ہمیشہ شدت سے محسوس کی جاتی رہی جو علمی حلقوں، یونیورسٹیز اور عام مسلمانوں کے سامنے حوزاتِ علمیہ کے سرکاری اور حتمی نقطۂ نظر کو پیش کرسکے۔ اسی خلا کی وجہ سے بعض شکوک و شبہات، غیر معتبر روایات کے بے بنیاد انتسابات اور الزامات مستشرقین کی کتابوں اور مناظرانہ محافل میں بلا تردید دہرائے جاتے رہے ہیں (Mo'azzi, 2021;

(Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔ اس منشور نے نہایت واضح اور مستند انداز میں اس اہم ضرورت کا تسلی بخش جواب فراہم کیا ہے۔

مفہومی درجہ بندی کے اعتبار سے، اس منشور کی چودہ نکاتی شقوں کو چار محور کے دائرے میں تقسیم کی جا سکتی ہیں (Rezaei Esfahani & Karimi, 2025):

اوّل، مشترک اعتقادی مبانی (نکات ۱، ۲، ۳ اور ۷): یہ محور تمام امتِ مسلمہ کے متفقہ خطاناپذیر توحیدی اور نبوی اصولوں کی تصریح کرتا ہے؛ جس میں روح الامین کے ذریعے رسولِ اعظم (ص) کے قلبِ اطہر پر قرآن کا لفظی اور معنوی نزول (دفعہ ۱)؛ تواترِ نسلی اور قطعی تواتر اور ہر قسم کی کمی یا تحریف سے مصحفِ شریف کی مکمل مصوئنیت (دفعہ ۲)؛ قرآن کا ابدی اور ناقابلِ تحدی اعجاز اور سابقہ آسمانی کتب پر اس کا معتبر تر اور مصدق ہونا (شق نمبر ۳)؛ اور دنیا بھر کے مسلمانوں میں رائج متواتر اور باضابطہ قرائت کا معتبر ہونا (دفعہ ۷) شامل ہیں۔ یہ محور مکتبِ امامیہ میں کسی الگ یا مخفی مصحف کے موجود ہونے کے ہر وہم اور باطل خیال کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔

دوم، منہجی اور ہرمنیوٹیکل اصول (دفعات ۴، ۵ اور ۶): یہ شقیں متنِ قدسی کے فہم کے ضوابط معین کرتی ہیں۔ شق نمبر 4 وحی کی مختلف معرفتی جہات اور اصولوں (ظاہر و باطن، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، عام و خاص) کو تسلیم کرتے ہوئے، معتبر روشوں مثلاً تفسیر قرآن بالقرآن، معتبر سنن روائی اور عقلانی و لغوی تحقیق کو فہمِ قرآن کی لازمی شرط قرار دیتی ہے۔ شق ۵ صریح نص دینی کی روشنی میں "تفسیر بالرائے" کے عنوان سے ذاتی یا مسلکی مفروضوں کو قرآن پر تحمیل کرنے کو سختی سے شرعاً حرام قرار دیتی ہے۔ دفعہ ۶ متواتر حدیثِ ثقلین کی بنیاد پر قرآن، سنتِ نبوی اور مکتبِ اہلِ بیت (ع) کے درمیان معصوم، مفسرین و شارحین کے طور پر ناگزیر اور دائمی ربط و ملازمت کی توثیق کرتی ہے۔

سوم، سماجی، تمدنی اور سیاسی تقاضے (دفعات ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۴): یہ دائرہ اہلِ ایمان کی عملی اور حقیقی ذمہ داریاں متعین کرتا ہے: حفظ، تعلیم، تحقیق اور نشر و اشاعت کے ذریعے قرآن کی خدمت کا ہمہ گیر فریضہ (شق ۸)؛ بین الاقوامی سطح پر قرآن کی توہین اور بے حرمتی کے خلاف دفاع میں تمام اسلامی مسالک کا مشترکہ

اہتمام اور شرعی وجوب (شق ۹)؛ انفرادی و اجتماعی زندگی میں قرآنی عقلانیت اور اسلامی طرز زندگی کی حاکمیت (شق ۱۰)؛ تمام اسلامی و انسانی علوم کی قانون سازی اور تنظیم کے لیے قراان کی علمی مرجعیت اور قرآن کی بالادستی (شق ۱۱)؛ سیاسی نظام اور طرزِ حکمرانی کا قرآنی عدل اور معنوی فضائل پر استوار ہونا (شق ۱۲)؛ اور امتِ اسلامیہ پر اغیار کے سیاسی، معاشی، فوجی اور ثقافتی تسلط کی نفی کرتے ہوئے بین الاقوامی تعلقات کو منظم کرنا (شق ۱۴، جو فقہی قاعدۂ نفیِ سبیل پر استوار ہے)۔

چہارم، تقریب اور اسلامی اخوت کا خلاصہ (دفعہ ۱۳): یہ دفعہ پورے منشور کی روح اور تقریب کا مرکزی ستون ہے: «ثقلین (قرآنِ کریم اور رسول اکرم اور آپ کے اہلِ بیت) مسلمانوں کے اتحاد اور بھائی چارے کا بنیادی محور ہیں»۔ یہ منشور عترت کو نزاع اور دوری کے بجائے باہمی ہم آہنگی کا مرکز قرار دے کر ایک باشعور، باوقار اور باہمی احترام پر مبنی وحدت کا ماڈل پیش کرتا ہے جو مسلکی تشخصات کے تحفظ کے ساتھ ساتھ حقیقی مشترکات پر متمرکز ہوتا ہے(Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔

متنِ قرآن کی تحریف ناپذیری (نفیِ تحریف): باہمی اعتماد کی معرفتی بنیاد

مذہبی و مسلکی مناقشات کی پر آشوب تاریخ میں شاید ہی کوئی الزام اتنا تباہ کن اور زہرناک رہا ہو جتنا کہ یہ دعویٰ کہ شیعہ امامیہ آسمانی کتاب میں تبدیلی، کمی یا تحریف کے قائل ہیں۔ اس ناروا بہتان کو تاریخ کے بعض ادوار میں متعصب مخالفین نے شیعہ کو دائرۂ اسلام سے خارج قرار دینے اور تکفیر کے لیے ہتھیار کے طور پر استعمال کیا اور یہ الزام تقریب کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ رہا ہے (Ashrafi Amin, 2011; Soltani, 2007)۔ شیعہ قرآنی منشور کی دوسری شق فقہی و کلامی صراحت کے ساتھ اس شبہے پر ہمیشہ کے لیے خطِ بطلان کھینچتی ہوئی واضح اعلان کرتی ہے: قرآنِ کریم ۱۱۴ سورتوں پر مشتمل ہے جو نسل در نسل اور سینہ بہ سینہ پیغمبرِ اکرم (ص) سے قطعی اور متواتر صورت میں میں منتقل ہوا ہے اور اس میں کسی بھی قسم کی تحریف، کمی یا بیشی کی قطعی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

یہ قطعی مؤقف معاصر دور کا کوئی وقتی یا ٹیکنیکی فیصلہ نہیں ہے، بلکہ غیبتِ صغریٰ کی ابتدائی صدیوں سے لے کر آج تک جمہور فقہائے شیعہ اور متکلمینِ عظام کے مستمر اجماع کی عکاسی کرتا ہے۔ تشیع کے صفِ اول کے محققین اور

علماء جیسے شیخ صدوق (متوفی ۳۸۱ھ) اپنی کتاب « الاعتقادات » میں، شیخ مفید (متوفی ۴۱۳ھ)، سید مرتضیٰ علم الہدیٰ (متوفی ۴۳۶ھ) اور شیخ طوسی (متوفی ۴۶۰ھ) اپنی تفسیر التبیان کے مقدمے میں پوری صراحت کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ جو قرآن رسولِ گرامی اسلام پر نازل ہوا وہ بنا کسی کمی و بیشی کے وہی مصحف ہے جو آج دو جلدوں کے درمیان (مابین الدفتین) دنیا بھر کے تمام مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے (Khu'i, 2001; Ma'rifat, 2000; Sobhani, 2017)۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نہایت مضبوط استدلال کے ساتھ فرماتے ہیں کہ قرآن کے متواتر ہونے اور اس کی کامل حفاظت کا علم، دنیا کے بڑے بڑے شہروں اور عظیم تاریخی واقعات کے علم کی مانند بدیہی اور غیر متزلزل ہے، اور شاذ روایات سے تمسک جن کی سند یا دلالت مجروح ہو بنیادی اعتقادات کے باب میں کوئی علمی حیثیت نہیں رکھتا۔

عصرِ حاضر میں بھی اس مسئلے کو حوزہ علمیہ نجف اور قم کے مایہ ناز پیشواؤں نے بے نظیر علمی گہرائی کے ساتھ مدون کیا ہے۔ آیت اللہ العظمیٰ سید ابو القاسم خوئی نے اپنی تاریخ ساز کتاب « البیان فی تفسیر القرآن » میں اور آیت اللہ محمد ہادی معرفت نے اپنی شاہکار تصانیف « التمہید فی علوم القرآن » اور « صیانۃ القرآن من التحریف » میں شیعہ اور اہلِ سنت کے کتبِ احادیث میں تحریف کا وہم پیدا کرنے والی روایات کا رجالی اور دلالی نقد و تجزیہ کیا ہے (Ma'rifat, 2000; Soltani, 2007)۔ انہوں نے دلائلِ قاطعہ سے ثابت کیا کہ اس قسم کی روایات یا تو دین کو بدنام کرنے والے غالیوں اور بدعتیوں کی وضع کردہ ہیں، یا پھر وہ تفسیری توجیہات اور اسبابِ نزول سے متعلق ہیں جنہیں صحابہ کرام اپنے ذاتی مصاحف کے حاشیے پر یادداشت کے طور پر لکھ لیا کرتے تھے، یا پھر ان سے مراد تحریفِ معنوی اور تفسیر بالرائے ہے۔ علمِ درایہ اور اصولِ فقہ کے مسلمہ قواعد کے مطابق، ہر وہ روایت — خواہ اس کے راوی بظاہر ثقہ ہی کیوں نہ ہوں — اگر وہ نصِ قرآن یا قطعی تواتر کے ساتھ ٹکراتی ہو تو وہ اپنی اعتباریت کھو بیٹھتی ہے اور فتاویٰ و عقائد کے اعتبار سے "شاذ" اور مردود قرار پاتی ہے

(Ibn al-Ṣalāḥ, 1995; Khu'i, 2001; Sobhani, 2017)۔

منشور کی ساتویں شق کی یہ تاکید کہ: « قرآن کی وہ متواتر قرائت جو تمام مسلمانوں کی عام قرائت کے مطابق ہے، وہی معتبر ہے »، شیعہ کو عالمِ اسلام کی کتابت اور تلاوت کے مرکزیت کے ساتھ مزید مربوط بناتی ہے۔ عاصم سے

حفص کی مشہور روایت، جو آج پوری دنیا میں تلاوت کی جاتی ہے، کوفی راویوں کے تسلسل کے ذریعے سیدنا امام علی بن ابی طالب (ع) تک پہنچتی ہے۔ جیسا کہ سلطانی (Soltani, 2007) نے یاد دہانی کرائی ہے، قرآن کا ذاتی خاصہ "قطعیتِ صدور" ہے، جبکہ روایات "ظنیتِ صدور" کے قبیل سے ہیں۔ نفیِ تحریف کے باضابطہ اعلان اور موجودہ عثمانی مصحف کی کامل حفاظت کی توثیق کے ذریعے، شیعہ قرآنی منشور نے باہمی اعتماد کا حقیقی سنگِ بنیاد استوار کر دیا ہے اور مسلکی بدگمانیوں کی تمام فکری بنیادوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا ہے۔

تفسیری شکل: محکم آیات، دینی عقلانیت اور تفسیر بالرائے کی ممانعت

عالمِ اسلام میں فرقہ وارانہ مناقشات کا تاریخی جائزہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی مسالک کے درمیان اختلافات کا ماخذ خود قرآن کا متن نہیں رہا ہے، بلکہ متفاوت موقف جو متشابہ آیات کے فہم، باطنی تفسیر اور کلامی اخبارِ آحاد کو پرکھنے سے مختلف منہجی اسلوب ان نزاعات کا اصل سبب بنے ہیں (Mo'azzi, 2021; Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025)۔ شیعہ قرآنی منشور کی چوتھی اور پانچویں شقوں نے ایک منضبط اور اصولی منہج مرتب کر کے اس تاریخی چیلنج کا پائیدار حل پیش کیا ہے۔

منشور کی چوتھی شق علمی بصیرت کے ساتھ کلامِ الٰہی کے کثیر الجہتی تناظر اور معرفتی جہات کا اعتراف کرتی ہے: «قرآنِ کریم ظاہر و باطن کا حامل ہے اور محکم، متشابہ، ناسخ، منسوخ اور مجمل آیات پر مشتمل ہے؛ لٰہذا ضروری ہے کہ اس کی تفسیر معتبر طریقوں (تفسیر قرآن بالقرآن، روائی، عقلی اور لغوی ۔۔۔) سے کی جائے»۔ اس کے تسلسل میں، پانچویں شق معنوی تحریف کے سامنے ایک مضبوط بند باندھتے ہوئے ثابت کرتی ہے: «تفسیر بالرائے (یعنی معتبر عقلی و نقلی دلائل کے بغیر قرآن کی تفسیر کرنا یا ذاتی اور مسلکی نظریات کو قرآن پر زبردستی تحمیل کرنا) قطعی طور پر حرام ہے»۔

تفسیر بالرائے کی حرمتِ قطعیہ تمام اسلامی مسالک کا متفقہ اصول ہے، جس کی تائید اہلِ سنت کے صحاح اور شیعہ کی کتبِ احادیث میں مروی مشہور نبوی فرمان سے ہوتی ہے: «**مَنْ فَسَّرَ الْقُرْآنَ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ**» (جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے) (Kulaynī, 2009; Tirmidhī, Sunan)۔ اس کے باوجود، محققین نے اپنے تقابلی مطالعات میں واضح کیا ہے کہ تاریخ کے مختلف

ادوار میں اشاعرہ، معتزلہ، خوارج اور اہلِ حدیث جیسے کلامی مکاتب قرآن پر اپنے نظریات مسلط کرنے کے جال میں گرفتار ہوتے رہے ہیں۔ مثلاً، بعض انتہا پسند ظاہر گرا «یدُ الله» یا «استویٰ علی العرش» جیسے الفاظ کے ظاہری معانی پر توجہ دیتے ہوئے، تنزیہِ باری تعالیٰ کے بنیادی اصول کو نظر انداز کرتے رہے، درحالنکہ جس سے تجسیم کا تاثر پیدا ہوتا ہے، یا ضعیف اخبارِ آحاد کو بنیاد کر دیگر مسلمانوں کی تکفیر کا فتویٰ دے دیا (Fakhr al-Dīn, 2018; Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025)۔

شیعہ قرآنی منشور نے اس آسیب اور انحراف کی روک تھام کے لیے تین بنیادی حکمتِ عملیاں پیش کی ہیں:

- اوّل، تفسیرِ قرآن بالقرآن کا منہج: یہی وہ ضابطہ ہے جسے امیر المؤمنین حضرت علی بن ابی طالب (ع) نے نہج البلاغہ میں بیان فرمایا: «الْقُرْآنُ يَنْطِقُ بَعْضُهُ بِبَعْضٍ وَيَشْهَدُ بَعْضُهُ عَلَى بَعْضٍ» (قرآن کا ایک حصہ دوسرے حصے کی وضاحت کرتا ہے اور ایک حصہ دوسرے کی گواہی دیتا ہے)۔ یہ طریقہ معاصر دور میں علامہ طباطبائی کی تفسیر المیزان میں واضح طور پر جلوہ گر ہوا، جس کا تقاضا ہے کہ متشابہات کو محکمات کی روشنی میں سمجھا جائے؛ چنانچہ آیتِ کریمہ «لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ» (سورۃ الشوریٰ:۱۱) حاکم اور میزان ہے ان تمام آیات پر جو تجسیم کا وہم ڈال سکتی ہیں (Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025; Ṭabāṭabā'ī, 1995)۔
- دوم، عقلِ سلیم اور برہانی عقلانیت کی حجیت: مکتبِ تشیع میں حضرت امام موسیٰ کاظم (ع) کے ارشاد کے مطابق عقل "حجتِ باطنی" ہے جو انبیاء کی حجتِ ظاہری کے ساتھ ساتھ انسانیت کی رہنمائی کرتی ہے (Kulaynī, 2009)۔ یہ عقلانی نقطۂ نظر معتزلی اور عقل پسند اہلِ سنت مفکرین جیسے فخر رازی کی تفسیر «مفاتیح الغیب» کے ساتھ کامل ہم آہنگی رکھتا ہے؛ فخر رازی بھی تصریح کرتے ہیں کہ جب ظاہری الفاظ عقلِ قطعی کے منافی ہوں تو منضبط عقلی تاویل کا سہارا لینا ضروری ہے تاکہ ذاتِ باری تعالیٰ ہر عیب و نقص سے منزہ رہے (Fakhr Rāzī, 1999; Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025)۔

- سوم، احادیث کو قرآن پر پرکھنے اور پیش کرنے کا قاعدہ: ائمہ اہلِ بیت (ع) سے متعدد صحیح نصوص وارد ہیں کہ کوئی بھی روایت، چاہے اس کی سند بظاہر کتنی ہی معتبر کیوں نہ ہو، اگر وہ قرآنِ مجید کے صریح احکام اور روح سے متصادم ہو تو وہ ہرگز قابلِ قبول نہیں ہے: «مَا لَمْ يُوَافِقْ كِتَابَ اللَّهِ فَهُوَ زُخْرُفٌ» (جو بات کتابِ خدا کے موافق نہ ہو وہ باطل اور نمائشی ہے) (Kulaynī, 2009; Majlisī, 1983)۔ یہ اتنا مضبوط پیمانہ ہے کہ ابن تیمیہ نے بھی «مجموع الفتاویٰ» میں اس کا اعتراف کیا ہے («لا تُقْبَلُ الأخبارُ المعارِضَةُ للقرآن بل يجبُ رَدُّها») (Ibn Taymiyyah, 1983)۔ یہ قاعدہ ان تمام اختلافی اور تفرقہ انگیز روایات کو ساقط الاعتبار کر دیتا ہے اور قرآن کو تمام عقائد و آراء کے لیے حتمی ترازو قرار دیتا ہے۔

قرآن اور عترت کا باہمی ناقابل جدا تعلق

عام طور پ روایتی مناظرانہ ادب میں بعض اوقات اہلِ بیت (ع) کے مقام کے بارے میں شیعوں کے ان سے تعلق کو اس طرح پیش کیا جاتا رہا ہے گویا قرآن اور عترت کے درمیان کوئی تقابل پایا جاتا ہے یا یہ عقیدہ محض اختصاصی اور تفرقہ انگیز ہے۔ لیکن شیعہ قرآنی منشور کی چھٹی اور تیرہویں شقیں شیعہ نقطہ نظر کی حقیقی ماہیت کو واضح کرتی ہیں اور ثابت کرتی ہیں کہ اہلِ بیت (ع) سے تمسک نہ فقط دوری کی علامت نہیں بلکہ امتِ مسلمہ کے اتحاد کی سب سے پائیدار ضمانت بھی ہے (Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔

منشور کی چھٹی شق وحی اور اولیائے معصومین کے حقیقی تعلق کو یوں متعین کرتی ہے: «قرآنِ کریم اور رسول اکرم (ص) کی سنت اور آپ کے اہلِ بیت باہم لازم و ملزوم، ایک دوسرے کے معاون اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔ اہلِ بیتؑ قرآن کے مبین اور مفسر ہیں اور حدیثِ ثقلین کے مطابق ایک دوسرے سے کبھی جدا نہیں ہوں گے، اور خود قرآن کی بنیاد پر ان سے مودت اور محبت تمام مسلمانوں پر لازم ہے»۔ اسکے فوراً بعد تیرہویں شق اس معرفتی اصول کو عمل کے میدان میں یوں جلوہ گر کرتی ہے: «ثقلین (قرآنِ کریم اور رسولِ اعظم اور آپ کے اہلِ بیتؑ) مسلمانوں کے اتحاد اور بھائی چارے کا بنیادی محور ہیں»۔

جامعة المصطفى العالمية
Al-Mustafa International University
مجتمع آموزش عالی قرآن و حدیث

حدیثِ ثقلین کی حجیت اور اصالت تاریخ اسلام کے ناقابلِ انکار مسلمات میں سے ہے۔ رسولِ اکرم (ص) نے غدیرِ خم اور حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا: «إِنِّي تَارِكٌ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ: كِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِي أَهْلَ بَيْتِي، مَا إِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوا بَعْدِي أَبَدًا، وَإِنَّهُمَا لَنْ يَفْتَرِقَا حَتَّى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ» (میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں: اللہ کی کتاب اور میری عترت یعنی میرے اہلِ بیت؛ جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے میرے بعد ہرگز گمراہ نہ ہوگے، اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر میرے پاس وارد ہوں)۔ یہ حدیث کتبِ اہلِ سنت کے درجۂ اول کے ماخذ جیسے صحیح مسلم، سنن ترمذی، مسند احمد بن حنبل، مستدرک حاکم نیشاپوری، اور در منثور سیوطی وغیرہ میں تیس سے زائد صحابہ کرام سے متواتر اور متعدد اسناد کے ساتھ منقول ہے
(Suyūṭī, 1984; Vaez -Zadeh Khorasani, 2003)۔

اہل بیتِ نبوت سے محبت اور ان کی تعظیم تمام اسلامی مذاہب کا مشترکہ سرمایہ ہے۔ قرآنِ کریم نے سورہ شوریٰ کی آیتِ مودت میں رسالت کا اجر ہی قرابت دارانِ نبی سے محبت کو قرار دیا ہے: «قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ» (سورۃ الشوریٰ:۲۳)۔ اہلِ سنت کے مایہ ناز مفسرین جیسے زمخشری نے «الکشاف» میں اور قرطبی نے «الجامع لاحکام القرآن» میں آلِ رسول کے بے شمار فضائل و مناقب کو شیفتگی کے ساتھ نقل کیا ہے(Qurṭubī, 1988; Zamakhsharī, 1984)۔ امام محمد بن ادریس شافعی نے اپنے مشہور اشعار میں آلِ محمدؑ سے محبت کو قرآن میں نازل شدہ الٰہی فریضہ قرار دیا ہے:

«يَا آلَ بَيْتِ رَسُولِ اللهِ حُبُّكُمُ فَرْضٌ مِنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ أَنْزَلَهُ»

(اے رسولِ خدا کے اہلِ بیت! آپ کی محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے جسے اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہے)۔

معرفتی نقطۂ نظر سے، "قرآنِ صامت" (تحریری کتاب) اور "قرآنِ ناطق" (معصوم اور کامل ہستیاں) کا تعلق دین کی آبیاری اور طہارت کا ضامن ہے۔ جیسا کہ امام علی بن ابی طالبؑ نے جنگِ صفین اور خوارج کے فتنے کے دوران فرمایا تھا: «هَذَا الْقُرْآنُ إِنَّمَا هُوَ خَطٌّ مَسْتُورٌ بَيْنَ الدَّفَّتَيْنِ، لَا يَنْطِقُ بِلِسَانٍ، وَلَا بُدَّ لَهُ مِنْ

تَرْجُمَانٍ» (یہ قرآن تو دو جلدوں کے درمیان لکھا ہوا ایک خط ہے جو زبان سے بولتا نہیں ہے، لہٰذا اس کے لیے ایک ترجمان اور شارح کا ہونا ناگزیر ہے» (نہج البلاغہ، خطبہ ۱۲۵)۔ تاریخ گواہ ہے کہ جب قرآن کو اس کے حقیقی مفسرین سے الگ کر دیا گیا تو اموی اور عباسی ستمگر حکمرانوں اور خوارج کے انتہا پسند عناصر نے اس کے ظواہر کو خونریزی اور استبداد کو مستحکم کرنے کا ذریعہ بنا لیا(Gholami Badi, 2011; Soltani, 2007)۔

یہی وجہ ہے شیعہ قرآنی منشور ثابت کرتا ہے کہ اہلِ بیت (ع) کے علمی اور تفسیری مقام کو تسلیم کرنا اہلِ سنت کے فقہی مسالک کی نفی ہرگز نہیں ہے، بلکہ یہ اس مشترک چشمہ شیریں کی جانب ایک مخلصانہ دعوت ہے جس کی طرف رسول اللہ (ص) نے پوری امت کو ضلالت سے بچنے کے لیے رہنمائی فرمائی تھی (Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔

بروجردی۔شلتوت پیراڈائم: خلافت کے تاریخی تنازعات سے علمی مرجعیت کی جانب پیشرفت

تقریب کے بیانیے میں شیعہ قرآنی منشور کی ممتاز حیثیت کو سمجھنے کے لیے جہانِ تشیع کے عظیم مرجع آیت اللہ العظمیٰ سید حسین طباطبائی بروجردی کے بنیادی نظریے اور جامعہ الازہر مصر کے سربراہ شیخ محمود شلتوت کے تاریخی فتوے کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ آیت اللہ محمد واعظ زادہ خراسانی (Vaez-Zadeh Khorasani, 2003) جو آیت اللہ بروجردی کے مایہ ناز شاگرد اور مجمع جہانی تقریب مذاہب اسلامی کے پہلے سیکرٹری جنرل تھے—نے اپنے تاریخی و تحقیقی مقالات میں تفصیل سے واضح کیا ہے کہ آیت اللہ بروجردی کا یہ خلاقانہ اقدام اسلامی وحدت کے حصول کا سب سے زیادہ مؤثر اور عملی فارمولا تھا۔

آیت اللہ بروجردی نے بھانپ لیا تھا کہ رحلتِ نبوی کے بعد "تاریخی خلافت" کے مسئلے پر نزاع ایک نفسیاتی اور معرفتی بند گلی میں داخل ہو چکا ہے(Vaez-Zadeh Khorasani, 2003)۔ اس پر کہ صدیاں بھیت گئی اقتدار کس کے پاس ہونا چاہیے تھا، سینکڑوں مناظرے اور ایک دوسرے کو دبانے کے منہج نے سوائے کینے بیدار کرنے، تکفیر اور تفرقے کے کچھ نہیں دیا۔ چنانچہ انہوں نے شجاعانہ انداز میں "ماضی کی سیاسی حاکمیت" اور "حال کی علمی و دینی مرجعیت" کے درمیان ایک بنیادی معرفتی تفکیک کی بنیاد قائم کی:

«خلافت کا مسئلہ ایک تاریخی امر ہے جس کا وقت گزر چکا اور اس کا دائرہ ماضی میں بند ہو چکا ہے۔ آج دنیا کا کوئی بھی مسلمان اس بات کا مکلف نہیں ہے کہ وہ یہ جانے کہ چودہ سو سال قبل کس کو حاکم ہونا چاہیے تھا؛ بلکہ آج دنیا کے ہر مسلمان کا فریضہ یہ ہے کہ وہ یہ جانے کہ احکامِ دین اور قرآنی تعلیمات کس پاکیزہ اور معتبر ذریعے سے حاصل کرے تاکہ بارگاہِ الٰہی میں اس کے پاس حجت موجود ہو.

(Vaez-Zadeh Khorasani, 2003, p 39)۔

آیت اللہ بروجردی کا استدلال یہ تھا کہ تاریخی خلافت اور حکومت کے بارے میں آراء کا اختلاف باقی رہے گا، لیکن اہل بیت (ع) کی علمی مرجعیت پر کسی بھی مسلمان کو کوئی شک نہیں ہے؛ کیونکہ حدیثِ ثقلین، صحابہ اور تابعین کی سیرت کے مطابق اہلِ سنت کے چاروں ائمہ (امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل) یا تو ائمہ اہلِ بیت بالخصوص امام جعفر صادق (ع) کے شاگرد رہے ہیں یا پھر انہوں نے ان کی اعلمیت اور فضیلت کا برملا اقرار کیا ہے(Sedighi, 2012; Vaez-Zadeh Khorasani, 2003) ۔

اس بلند پایہ فکر کا مصر کے بیدار علمائے الازہر نے خیر مقدم کیا، اور علامہ محمد تقی قمی کی پر خلوص کوششوں سے قاہرہ میں «دار التقریب بین المذاہب الاسلامیۃ» (۱۹۴۷ء) کا قیام عمل میں آیا اور گرانبہا مجلہ «رسالۃ الاسلام» جاری ہوا(Vaez-Zadeh Khorasani, 2003) ۔ اسی سلسلے میں مصر کی وزارتِ اوقاف نے امین الاسلام طبرسی (چھٹی صدی ہجری کے نامور شیعہ مفسر) کی گراں قدر تفسیر «مجمع البیان» کو شیخ محمود شلتوت کے شاندار مقدمے کے ساتھ شائع کیا؛ وہ مقدمہ جس میں شیخ شلتوت نے علامہ طبرسی کو ایک جامع، منصف اور وحدت آفریں مفسر کے طور پر خراجِ تحسین پیش کیا(Vaez-Zadeh Khorasani, 2003) ۔

اس ہم آہنگی کا عروج ۱۷ ربیع الاول ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۸ء) کو شیخ محمود شلتوت کے اس تاریخی فتوے کی صورت میں سامنے آیا جس میں فقہِ جعفری پر عمل کو شرعاً جائز تسلیم کیا گیا: «دینِ اسلام اپنے کسی بھی پیروکار کے لیے کسی خاص مسلک کی پیروی کو لازم قرار نہیں دیتا... اور مسلکِ جعفری جسے شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نام سے جانا جاتا ہے، ایک ایسا مسلک ہے جس کی شرعاً اسی طرح پیروی جائز ہے جس طرح اہلِ سنت کے مکاتب کی پیروی جائز ہے»(Vaez-Zadeh Khorasani, 2003) ۔

شیعہ قرآنی منشور نے اس نجات بخش پیراڈائم کو ایک تازہ اور جدید متن میں دوبارہ زندہ کیا ہے: منشور پرانے سیاسی جھگڑوں کی قبریں کھودنے کی بجائے، قرآن و عترت کے علمی دستِ تعاون کو تمام مسلمان بھائیوں کی طرف بڑھاتا ہے تاکہ جدید اسلام مخالف شبہات کے اس دور میں اہلِ بیت کا علمی ورثہ اسلام کے تمدنی وقار کا مشترکہ سرمایہ بن سکے۔

نبوی سیاسی سیرت اور اسلامی وحدت کا ضابطہ اخلاق

قرآن کے عملی مطالعے کے نقطۂ نظر سے، اتحاد کوئی جدید تخلیقی اور خیالی مفہوم نہیں ہے؛ بلکہ روزمرہ کے تعاملات کے میدان میں ایک ملموس حقیقت ہے جو معاشرتی آداب اور اخلاقی انضباط کی متقاضی ہے (Gholami Badi, 2011; Soltani, 2007)۔ سلطانی نے سیرت نبوی کے مطالعے میں واضح کیا ہے کہ پیغمبرِ اکرم (ص) نے کبھی بھی قبائل، اقوام اور زبانوں کو جبری طور پر یکساں بنانے کی کوشش نہیں کی؛ بلکہ ایک خدائی میثاق کے تحت نسلی کثرت اور فہم کے تنوع کو دانشمندی کے ساتھ منظم فرمایا۔

اس حکیمانہ انتظام کا روشن ترین مظہر ہجرت کے آغاز میں «میثاقِ مدینہ» تھا؛ جہاں نبی کریم (ص) نے مہاجرین، انصار، مختلف قبائل اور حتیٰ کہ یہودی قبائل کے مابین ایک عمومی معاہدہ قائم فرمایا اور ان تمام کو «**أُمَّةً وَاحِدَةً مِنْ دُونِ النَّاسِ**» (دیگر لوگوں کے مقابلے میں ایک اکائی اور متحد امت) کے طور پر تعبیر فرمایا (Sadeghi Mohsen Abad & Gholamali, 2025; Soltani, 2007)۔ اس میثاق میں عقیدے کی آزادی کی ضمانت دی گئی اور شہر کا مشترکہ دفاع سب کا اجتماعی فریضہ قرار پایا۔

سلطانی نے جس بنیادی نکتے کو نمایاں کیا ہے وہ سیرتِ نبوی میں "باضابطہ ترجمان" کا اصول ہے۔ حضور (ص) گروہوں سے رابطے میں ہمیشہ ہر قبیلے کے دانشمندوں اور باضابطہ معقول نمائندوں سے مخاطب ہوتے تھے اور نادانوں اور انتہا پسندوں کو گفتگو کا میدان سنبھالنے نہیں دیتے تھے۔ آج کے دور میں بھی الیکٹرانک میڈیا اور سیٹلائٹ چینلز پر پائی جانے والی زیادہ تر تفرقہ بازیاں ان غیر سرکاری، فحش گو اور مشکوک عناصر کی کارستانی ہے جو خود کو شیعہ یا سنی کا نمائندہ ظاہر کرکے نفرت کی آگ بھڑکاتے ہیں

(Sedighi, 2012; Soltani, 2007)۔

اسی تناظر میں، شیعہ قرآنی منشور اور تعلیمات اسلامی کے مبانی چار عملی اور معاشرتی آداب کو واجب قرار دیتا ہے:

۱. اہلِ قبلہ کی تکفیر، بدگوئی اور لعن طعن کی قطعی ممانعت: ہر وہ شخص جس کی زبان پر کلمۂ شہادتین جاری ہو، اس کا خون بہانا، اس کا مال لوٹنا اور اس کی عزت پامال کرنا قطعاً حرام ہے۔ رسول اللہ (ص) نے فرمایا: «سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ، وَقِتَالُهُ كُفْرٌ» (مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے)۔ عصر حاضر کے تمام مراجع تقلید بھی اہلِ قبلہ کی تکفیر کے عدم جواز پر متفق اور اجماع رکھتے ہیں

(Association for Quranic Studies, 2024; Sobhani, 2019)۔

۲. ایک دوسرے کے مقدسات کا باہمی احترام: قرآنِ کریم نے مشرکین کے بتوں کو بھی گالی دینے سے منع فرمایا ہے تاکہ ایسا نہ ہو کہ نادانی میں اللہ کی بارگاہ میں بے ادبی کا سبب بنے: «وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ» (سورۃ الانعام: ۱۰۸)۔ پس بہ طریقِ اولیٰ، اہلِ سنت کی مقدسات، صحابہ اور ازواجِ نبوی کی توہین کرنا رہبر معظم انقلاب اور آیت اللہ العظمیٰ سیستانی کے صریح فتاویٰ کے مطابق شرعاً حرام اور محاذِ توحید کے ساتھ خیانت ہے (Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔

۳. شائستہ اور باادب گفتگو (جدال بالاحسن): قرآن کا حکم ہے: «ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ۖ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ» (سورہ نحل: ۱۲۵)۔ جب اسلام دوسرے ادیان کے ماننے والوں کے ساتھ شائستگی اور حکمت سے بات کرنے کا حکم دیتا ہے (سورۃ العنکبوت: ۴۶)، تو مسلمان بھائی آپس میں رواداری، کلامی ادب اور علمی انصاف کے سب سے زیادہ حقدار ہیں

(Gholami Badi, 2011; Soltani, 2007)۔

۴. مشترکہ عبادات اور نماز کی صفوں میں حاضری: ائمہ ہدیٰ (ع) نے شیعوں کو اہلِ سنت کی نمازِ باجماعت میں بھرپور شرکت، ان کے جنازوں میں شریک ہونے اور ان کے مریضوں کی عیادت کا حکم دیا ہے۔ امام جعفر صادق (ع) نے فرمایا: «مَنْ صَلَّى مَعَهُمْ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ كَانَ كَمَنْ صَلَّى خَلْفَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ» (جس نے ان کے ساتھ پہلی صف میں نماز پڑھی، وہ اس شخص کی مانند ہے جس نے

رسول اللہ کی اقتدا میں پہلی صف میں نماز ادا کی ہو)(الکافی، ج۳، ص ۳۸۰)۔ یہ اخلاقی آداب وحدت کے نعرے کو ایک مسلسل مومنانہ طرزِ حیات میں بدل دیتے ہیں۔

قرآن کی مہجوریت (ترکِ قرآن) سے نجات اور منظم تفرقہ انگیزی کے نقصانات

اسلامی معاشرے میں تفرقے کا بحران کا قرآن کی مہجوریت کے عمل سے گہرا تعلق رکھتا ہے (Ashrafi Amin, 2011)۔ کلامِ الٰہی نے سورہ فرقان میں نبی اکرم (ص) کی بارگاہِ عدلِ الٰہی میں روح فرسا فریاد کو ہمیشہ کے لیے درج فرمادیا ہے: «وَقَالَ الرَّسُولُ يَا رَبِّ إِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوا هَٰذَا الْقُرْآنَ مَهْجُورًا» (اور رسول کہیں گے: اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل چھوڑ رکھا تھا)(سورۃ الفرقان: ۳۰)۔

جیسا کہ خلیل بن احمد نے کتاب العین میں اور راغب اصفہانی نے المفردات میں وضاحت کی ہے، لفظِ "ہجر" محض ظاہری اور فیزیکی دوری کے معنی میں نہیں آتا؛ بلکہ یہ قلبی لاتعلقی، پیمان شکنی اور اس بے نظیر موتی سے عملی غفلت کو شامل ہے۔(Ashrafi Amin, 2011)

پچھلی چند صدیوں میں اگرچہ مصاحفِ شریفہ کو خوبصورت خطوط سے آراستہ کیا گیا اور ان کی قراءت کی گونج بلند رہی، لیکن قرآن کی حیات آفریں سماجی تعلیمات، اس کی عقلانی دعوت اور اخوت و عدل سے متعلق اس کے صریح احکامات معاشرتی زندگی اور اقتدار کے فیصلوں سے غائب رہے۔

انیسویں صدی عیسوی کے اواخر سے اسلامی بیداری کے عظیم مصلحین نے مسلسل یہ اعلان کیا کہ تفرقے اور استعمار سے نجات کی واحد کنجی قرآن کی طرف واپسی ہے

(Ashrafi Amin, 2011; Vaez-Zadeh Khorasani, 2003)

سید جمال الدین اسد آبادی (۱۸۳۸–۱۸۹۷ء): انہوں نے عالمِ اسلام کا سب سے بڑا ناسور جہالت پر مبنی مسلکی تعصبات اور انتہا پسندی کو قرار دیا ہے، جس نے مغربی استعمار کے لیے راستہ ہموار کیا۔ انہوں نے شیخ محمد عبدہ کے ساتھ مشہور جریدے «العروۃ الوثقیٰ» میں جرات سے اعلان کیا کہ شیعہ اور سنی کے درمیان مذہبی اختلافات

واقعی اور حقیقی نہیں ہیں بلکہ ظالم حکمرانوں کی سازشوں کا شاخسانہ تھے: «الْمُلُوكُ فَرَّقَتْهُمْ، فَلْيَجْمَعْهُمُ الدِّينُ» (بادشاہوں نے انہیں جدا کیا، پس دین کو انہیں باہم جوڑنا چاہیے)(Ashrafi Amin, 2011) ۔

علامہ محمد اقبال لاہوری (۱۸۷۷–۱۹۳۸ء): مشرق کے عظیم مفکر نے مغربی استعمار کے لائے ہوئے نسلی اور جغرافیائی قوم پرستی کو امت کے وجود کو پارہ پارہ کرنے والا زہرِ قاتل قرار دیا(Ashrafi Amin, 2011) ۔ اقبال نے قرآنی فرمان «إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ إِخْوَةٌ» (سورہ حجرات ۱۰) کی بنیاد پر واضح کیا کہ اسلام نے تمام نسلی، لسانی اور جغرافیائی حدود کو مٹا کر مسلمان کا حقیقی وطن توحید اور قرآنی بھائی چارے کو قرار دیا ہے:

« قلبِ ما از ہند و روم و شام نیست   مرز بانِ او بہ جز اسلام نیست »

(ہمارا دل ہندوستان، روم یا شام کا پابند نہیں ہے؛ ہماری سرحدوں کا پاسبان صرف اور صرف اسلام ہے) (Ashrafi Amin, 2011)۔

علامہ سید عبد الحسین شرف الدین عاملی (۱۸۷۳–۱۹۵۷ء): لبنان کے نامور فقیہ نے تاریخِ تقریب میں ایک سنہری جملہ یادگار چھوڑا: «فَرَّقَتْهُمَا السِّيَاسَةُ، فَلْتَجْمَعْهُمَا السِّيَاسَةُ» (سیاست نے شیعہ اور سنی میں جدائی ڈالی، لہٰذا باشعور اسلامی سیاست ہی کو انہیں متحد کرنا چاہیے) (Ashrafi Amin, 2011; Hakimi, 2003)۔ انہوں نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب « المراجعات » میں شیخ سلیم بشری (سربراہ جامعہ الازہر) کے ساتھ خط و کتابت میں ثابت کیا کہ کس طرح انسان مضبوط ترین کلامی دلائل کے ساتھ بھی گفتگو کر سکتا ہے اور ساتھ ہی اخلاق اور برادرانہ جذبات کی انتہا کو بھی قائم رکھ سکتا ہے۔

آیت اللہ العظمیٰ روح اللہ خمینی (۱۹۰۲–۱۹۸۹ء): انہوں نے "وحدتِ کلمہ" کو انقلابِ اسلامی کی اسٹریٹجک اور فکری عمارت کی چوٹی پر رکھا۔ صحیفۂ امام کا مشمولاتی جائزہ بتاتا ہے کہ قرآنی آیاتِ وحدت جیسے آیۂ اعتصام (آل عمران: ۱۰۳) اور اخوت (الحجرات: ۱۰) ان کے بیانات میں سب سے زیادہ دہرائے جانے والے کلمات تھے۔ انہوں نے شیعہ اور سنی کے درمیان تفریق پیدا کرنے کو گناہِ کبیرہ اور استکبار و صیہونیت کی براہِ راست خدمت قرار دیا: « جو ہاتھ شیعہ اور سنی کے درمیان اختلاف پیدا کرنا چاہتے ہیں، وہ نہ شیعہ ہیں اور نہ سنی؛ وہ استعمار کے

ہاتھ ہیں (Ashrafi Amin, 2011, p. 8) »، اور ولادتِ نبوی کے ایام کو "ہفتۂ وحدت" کا نام دے کر اس آرمان کو ایک بین الاقوامی روایت بنا دیا۔

وحی کے متن کی جائگزین، تفرقہ انگیز جعلی منشورات کا مسلط کیے جانے کے ہولناک خطرے کو مولانا جلال الدین رومی نے مثنوی معنوی میں نہایت خوبصورت تمثیل کے ذریعے پیش کیا ہے، جس کا گہرا تجزیہ ڈاکٹر علی رضا غلامی بادی نے کیا ہے (Gholami Badi, 2011)۔ مولانا ایک مکار یہودی بادشاہ کے وزیر کی کہانی سناتے ہیں جس نے دینِ عیسیٰ (ع) کی بیخ کنی کے لیے اپنے کان اور ناک کٹوائے اور زاہدانہ بھیس بدل کر عیسائیوں میں گھس گیا۔ لوگوں کو باخبر کئے بغیر اس نے بارہ متضاد طومار لکھے اور بارہ مختلف فرقوں کے سربراہوں کو الگ الگ دے کر ہر ایک سے کہا کہ تم ہی سچے جانشین ہو اور دوسروں سے جنگ کرو۔ وزیر کے مرنے کے بعد پیروکار آپس میں دست وگریبان ہوگئے اور پورا معاشرہ خانہ جنگی کی آگ میں جل کر تباہ ہوگئے (Gholami Badi, 2011)۔

یہ تمثیل آج کے پیچیدہ سازشی منصوبوں کا آئینہ دار ہے: جب بھی امت نورانی کلامِ وحی کو چھوڑ کر تعصبات کے طوماروں سے دل لگائے گی، اس کا انجام تباہی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ شیعہ قرآنی منشور اس پرانے فریب کے سامنے ایک مضبوط اور مؤثر ہے جو سب کو مصحفِ واحد اور حبلِ متین کی طرف بلاتا ہے۔

قانونی اور سیاسی افق: قاعدہ نفیِ سبیل اور تمدنی حاکمیت

شیعہ قرآنی منشور کا روایتی بیانات سے بنیادی فرق یہ ہے کہ یہ محض انفرادی اخلاقی نصیحتوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ فقہِ سیاسی، بین الاقوامی تعلقات اور تمدنی حاکمیت کے میدانوں میں صراحت کے ساتھ داخل ہوتا ہے (Association for Quranic Studies, 2024; Rezaei Esfahani & Karimi, 2025)۔

منشور کی گیارہویں شق قطعی طور پر متنبہ کرتی ہے: « قرآنِ کریم اسلام کا بنیادی آئین (دستور) ہے اور مسلمانوں کے عقائد، احکام، قوانین، اخلاق اور اسلامی وانسانی علوم میں جامع اور حتمی مرجع ہے، اور اس کے مخالف کوئی بھی نظریہ اور قانون باطل ہے »۔ یہ شق طاغوتی حاکمیت اور درآمد شدہ غیر اسلامی قانونی نظاموں کو یکسر مسترد کرتی ہے اور واضح کرتی ہے کہ کسی بھی طرزِ حکمرانی کی مشروعیت وحی کے عدل کے معیارات سے ہم آہنگ ہونے پر منحصر ہے۔ اس کے بعد بارہویں شق حکمرانوں کا فریضہ طے کرتی ہے: « قرآن اسلامی حکومت کی بنیاد ہے اور

مسلمان حکمرانوں کا فرض ہے کہ وہ اس کی تعلیمات کے مطابق مسلمانوں کے ساتھ عدل و انصاف کا برتاؤ کریں اور قرآنی ثقافت کو عام کرنے اور اس کے احکام پر عمل کے اسباب فراہم کریں»۔

عالمی سطح پر منشور کی چودھویں شق شیعہ فقہِ سیاسی کے انتہائی مؤثر ترین قاعدے کو پیش کرتی ہے: «مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور دیگر اقوام کے ساتھ ان کے روابط قرآنِ کریم کی بنیاد پر منظم ہوں گے؛ لہٰذا مسلمانوں پر غیر مسلموں کا کسی بھی قسم کا سیاسی، معاشی، نظامی اور ثقافتی تسلط ناپسندیدہ اور ناجائز ہے»۔

یہ شق در حقیقت فقہی "قاعدۂ نفیِ سبیل" کا عملی اظہار ہے جو سورہ نساء کی آیت ۱۴۱ سے مستنبط ہے: «وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا» (اور اللہ ہرگز کافروں کے لیے مسلمانوں پر غلبے کی کوئی راہ نہیں بنائے گا)۔ فریقین کے فقہاء کے نزدیک ہر وہ سیاسی معاہدہ، معاشی انحصار، غیر ملکی فوجی تنصیبات یا ثقافتی اثر و رسوخ جو امتِ اسلامیہ کی حاکمیت، خود مختاری اور عزت کو نقصان پہنچائے، باطل اور کالعدم ہے

(Khu'i, 2001; Qazizadeh, 2021)۔

قاعدۂ نفیِ سبیل کا اسلامی وحدت کے نصب العین کے ساتھ باہمی تعلق آیت اللہ واعظ زادہ خراسانی (Vaez-Zadeh Khorasani, 2003) اور ہاشم صدیقی (Sedighi, 2012) کے افکار میں پوری طرح نمایاں ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے سقوط اور استعماری حد بندیوں (سائیکس-پیکو معاہدے) کے بعد عالمِ اسلام چھوٹی اور محتاج ریاستوں میں بٹ گیا؛ وہ ریاستیں جن کے درمیان استعماری طاقتوں نے سرحدی اور مسلکی تنازعات کو ہوا دے کر اربوں ڈالر کے ہتھیار فروخت کیے اور مشرقِ وسطیٰ کے توانائی کے عظیم ذخائر کو لوٹا

(Ashrafi Amin, 2011; Vaez-Zadeh Khorasani, 2003)۔

منشور کی چودھویں شق یہ ثابت کرتی ہے کہ تفرقہ بازی کرنا اور دیگر مسلمان اقوام کے خلاف بیرونی طاقتوں کی فوجی تنصیبات نصِ قرآن کی کھلی خلاف ورزی ہے۔ حقیقی اسلامی یکجہتی کا تقاضا ہے کہ ایک مشترکہ اسلامی اقتصادی مرکز (Islamic Common Market)، مشترکہ دفاعی معاہدات اور مربوط خارجہ پالیسی قائم کی جائے تاکہ امتِ واحدہ نئے عالمی نظام میں ایک مضبوط قطب کے طور پر سر اٹھا سکے

(Fakhr al-Dīn, 2018; Vaez-Zadeh Khorasani, 2003)۔

بالآخر، منشور کا عملی افق نویں شق میں ظاہر ہوتا ہے جو مقدسات کی توہین کے معاصر چیلنج سے متعلق ہے: « قرآنِ کریم کی کسی بھی شکل میں توہین اور بے حرمتی قطعی طور پر قابلِ مذمت، گناہ اور جرم ہے، اور دنیا بھر کے تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ قرآن کے تقدس کا دفاع کریں اور ضروری ہے کہ تمام اسلامی مسالک کے پیروکار قرآن کی اشاعت اور اس کے دفاع میں ایک دوسرے کے ساتھ مکمل تعاون کریں »۔ ایسے دور میں جب صیہونی اور اسلام مخالف تحریکیں قرآن سوزی کے ذریعے مسلمانوں کو تحقیر کا نشانہ بناتی ہیں، یہ شق قرآن پر حملے کو امت کے مشترکہ ایمانی غیرت کے جوش اور عالمی اتحاد کا نقطۂ آغاز بنا دیتی ہے۔

خاتمہ

شیعہ قرآنی منشور کے چودہ نکات کے تجزیاتی و توصیفی مطالعے سے حاصل ہونے والے نتائج کو تین کلیدی علمی نکات میں سمیٹا جا سکتا ہے:

اوّل: منشور واضح طور پر یہ ثابت کرتا ہے کہ اسلامی جہان بینی کی بنیادی جڑیں، توحید، نبوت، معاد، قرآن کے متن کی حفاظت اور اس میں تحریف کی قطعی و اجماعی نفی، اور وحی کی حتمی حجیت — تمام مسالک سے بالاتر اور کلی طور پر متفقہ امور ہیں۔ شیعہ اور سنی کے مشترکہ ایمانی عقائد اسلام کے مجموعی عقائدی، فقہی اور اخلاقی ڈھانچے کے نوے فیصد (۹۰٪) سے زیادہ حصے پر محیط ہیں۔ ساٹھ علمی اداروں اور مراجع عظام کے دستخطوں کے ساتھ ان اصولوں کی باضابطہ اور بابانگ دھل توثیق نے باہمی اعتماد کی کبھی نہ ختم ہونے والی پائیدار بنیاد فراہم کر دی ہے۔

دوم: منشور مکالمے اور گفتگو کا ایک حقیقت پسندانہ، مخلصانہ اور باوقار ماڈل پیش کرتا ہے۔ تقریب کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ مذاہب و مسالک اپنے علمی و فقہی عقائد سے دستبردار ہو جائیں یا عقائد کا کوئی مشترکہ مخلوط مجموعہ بنا لیا جائے؛ بلکہ بروجردی-شلتوت پیراڈائم کے مطابق اس کا مفہوم یہ ہے کہ "ماضی کے سیاسی تنازعات" کو "موجودہ زمانے کی علمی مرجعیت" سے الگ کر دیا جائے۔ ثقلین (کتابِ خدا اور اہلِ بیت) کو ہم آہنگی کا مدار قرار دے کر پوری امتِ مسلمہ عترتِ طاہرہ کے علمی فیوضات سے سیراب ہو سکتی ہے، بغیر اس کے کہ وہ اپنے حقیقی فقہی تشخصات کا انکار کریں۔

سوم: یہ منشور ایک متحرک نظام پیش کرتا ہے جو قرآن کو مہجوریت کے حصار سے رہائی دلاتا ہے۔ تفسیرِ قرآن باقرآن کی روش، برہانی عقل کے فیصلے اور روایات کو کتاب اللہ کے محکمات کے تابع بنانے کے ذریعے ہر قسم کی تفسیر بالرائے، تکفیری جمود اور بدعت کے راستے بند ہو جاتے ہیں، اور کلامِ الٰہی بنیادی آئین، سماجی عدل اور بین الاقوامی عزت و وقار کے منشور کے طور پر اپنا اصل مقام دوبارہ حاصل کرلیتا ہے۔

انسانی تاریخ کے اس حساس موڑ پر، جب تفرقہ انگیزی اور استکبار کے طوفان مسلمانوں کے برادرانہ رشتوں کو تار تار کرنے کے درپے ہیں، اس قرآنی منشور کی طرف لوٹنا ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ حبل اللہ کو اجتماعی طور پر تھام کر امتِ مسلمہ اپنے تاریخی زخموں پر مرہم رکھ سکتی ہے، اپنی ثقافتی خود مختاری اور اقتدار کو دوبارہ پا سکتی ہے اور موجودہ انسانیت کے لیے ایک الٰہی، عادلانہ اور برادرانہ تمدن کے احیاء کی نوید بن سکتی ہے۔

کتابیات

۱. اشرفی امین، ی. (۲۰۱۱). «وحدت مسلمانان و رابطه آن با مهجوریتِ قرآن از دیدگاہِ مصلحان دینی». فرہنگ تقریب، ۶ (۲۳)، ۵–۱۶.

۲. انجمن مطالعات قرآنی حوزه علمیه قم. (۲۰۲۴). منشورِ قرآنِ کریم بر اساس دیدگاہِ شیعیانِ اہلِ بیت [منشور قرآنی از منظر شیعیان اہل بیت]. قم: انجمن قرآن پژوہی حوزه علمیه قم.

۳. خوئی، آقای ق. (۲۰۰۱). «البیان فی تفسیر القرآن». قم: مؤسسه احیای آثار امام خوئی.

۴. رضايي اصفهانی، م. ا. و کریمی، ا. (۲۰۲۵). «تحلیل محتوايي «منشور قرآنی از دیدگاه شیعیان امامیه (اہل بیت علیہم السلام)»». قرآن و علم، ۱۹ (۳۷)، ۴۳۱–۴۴۳.

۵. سبحانی، ج. (۲۰۱۷). «کلیات فی علم الرجال». قم: مؤسسه امام صادق.

۶. سلطانی، م. ا. (۲۰۰۷). «وحدت در نگرش پیامبر اکرم بر پایه گزارشِ قرآن» (وحدت در نگاہ پیامبر اکرم بر پایه گفتمان قرآنی). میثاق امین، ۱ (۳)، ۵۷–۹۲.

۷. صادقی، محسن آباد، ح. و غلامعلی، م. (۲۰۲۵). «چالش ہای روایات تفسیر عقیدتی در تحقق وحدت اسلامی: مطالعه تطبیقی دیدگاہ ہای اہل سنت و شیعه». دانش و بینش اسلامی، ۳ (۴)، ۱–۲۱.

۸. صدیقی، ح. (۲۰۱۲). «بیداری اسلامی و وحدت مسلمانان از منظر قرآن، سنت و روایات». حبل المتین، ۱ (۱)، ۱۱۴–۱۳۵.

۹. طباطبایی، م. ح. (۱۹۹۵). «تفسیر المیزان». قم: دفتر نشر اسلامی۔

۱۰. غلامی بادی، ا. (۲۰۱۱). «وحدت و تفرقه در آیینه قرآن، روایات و امثال و حکمت». کیہان فرہنگی، ۲۹۶–۲۹۷، ۳۴–۳.

۱۱. قاضی زاده، م. (۲۰۲۱). «سیاستِ وحدت در فقہِ سیاسیِ شیعه». تہران: مؤسسه فرہنگ و اندیشه اسلامی.

۱۲. معرفت، م. ح. (۲۰۰۰). «صیانتِ قرآن عن التحریف» (حفاظتِ قرآن از تحریف). قم: نشر اسلامی.

۱۳. واعظ زاده خراسانی، م. (۲۰۰۳). «راہ ہای تقریب مذاہب اسلامی و وحدت مسلمانان». مطالعات اسلامی، ۶۰، ۱۹–۵۰.